## امیر المومنین کا

# دور خلافت اور طرز حکومت

علامہ محمد حسین طباطبائی

امیر المومنین کے دور خلافت کا آغاز ۳۵ ہجری مطابق ۶۵۶ عیسوی کے اواخر میں ہوا اور آپ تقریبا چار سال نو مہینے حدود اسلامی کے حکمراں رہے۔ اس پوری مدت میں آپ کا طریقہ کار یہ رہا کہ آپ نے سنت نبوی کو زندہ کیا اور دوسری چیزوں کو ان کے اصل مقام تک لانے کی کوشش کی۔ آپ نے ان تمام ناکارہ سیاسی عناصر کو مستعفی ہونے پر مجبور کیا جو حالات کو خراب کرنے کے ذمہ دار تھے اجمالی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے صحیح معنوں میں ایک انقلابی تبدیلی کی شروعات کی جس کے نتیجے میں آپ کو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنی خلافت کے پہلے دن آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''ایھا الناس ! آگاہ ہوجاؤ کہ وہ تمام مشکلات جن کا تم نے حیات پیغمبرؐ میں سامنا کیا تھا ایک مرتبہ پھر تمہارے سامنے کھڑی ہیں۔ خدا کی قسم تم بری طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے یہاں تک کہ تمہارے ادنیٰ اعلیٰ ہوجائیں گے ، جو پیچھے تھے آگے بڑھ جائیں اور جو آگے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے۔ ایک حق ہوتا ہے اور ایک باطل ، مگر انسان کو چاہئے کہ وہ حق کی پیروی کرے۔ آج باطل زیادہ ہوگیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اور پہلے بھی ہوتا رہا ہے اور اگر حق کم ہوگیا تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد باطل پر چھاجائے۔ اگر چہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی چیز پیچھے ہٹ کر آگے بڑھے۔''

حضرت علیؑ نے اپنی حکومت کی بنیاد سیاسی مصالح پر نہیں بلکہ تقویٰ و پرہیز گاری پر رکھی اور انہیں خطوط پر اسے آگے بڑھایا مگر جیسا کہ ہر تحریک کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک طبقے نے جو آپ کی پالیسیوں سے ناخوش تھا اور جس کے مادی فوائد اور لوٹ کھسوٹ کے مفید منصوبے آپ کے رہتے

پورے نہیں ہوسکتے تھے، اس نے آپ کے خلاف فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانا شروع کردی۔ قصاص کا بہانہ لے کر خونریزی کا بازار گرم کیا گیا جو آپ کے پورے دور حکومت تک جاری رہا۔

امیر المومنین کے ساتھ ایک مختصر لیکن روحانیت کا حامل گروہ تھا جب کہ ان کے مقابلے میں دنیاوی مفادات کے پرستار تھے ۔ ان دونوں گروہوں کے حالات کا جائزہ لینے اور ان کے اعمال کی جانچ کرنے پر دونوں گروہوں کے بیچ کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔ پہلا گروہ پیغمبر اکرمؐ کے قریب ترین صحابہ کا تھا جن کا ایمان اور اسلام کے تئیں محبت او اخلاص ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر تھا۔ ان میں عابد بھی تھے اور مجاہد بھی۔ یہ رسولؐ کے وہ اصحاب تھے جنہیں رسولؐ کی محبت حاصل تھی اور پیغمبرؐ کا ارشاد ہے۔'' خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ چار اشخاص سے محبت کرتا ہے اور مجھے بھی ان سے محبت کرنی چاہئے۔'' لوگوں نے ان کے نام دریافت کیۓ تو آپؐ نے فرمایا ،علی ،ابوذر ، سلمان ، اور مقداد (سنن ابن ماجہ ، قاہرہ ، ۱۳۷۲، جلد ۱ ص۔ ٦٦) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا'' اگر عمار کے سامنے دوچیزیں پیش کی جائیں تو وہ یقیناً اسے پسند کریں گے جو زیادہ اچھی اور صحیح ہو(ابن ماجہ ، جلد ۱ ص ۔ ٦٦) اسی طرح پیغمبرؐ نے فرمایا'' زمین وآسمان کے درمیان ابوذر سے زیادہ سچا اور راست باز کوئی نہیں (ابن ماجہ جلد ۱ ص۔ ٦٨) ان حضرات کی پوری زندگی میں ایک گناہ کا تذکرہ بھی تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتا ہے۔ نہ انہوں نے نے کبھی ناحق بہایا نہ ہی کسی پر ظلم کیا۔ نہ کبھی خون کچھ غصب کیا اورنہ ہی لوگوں کو گمراہ کیا۔ اس کے برعکس دوسرے گروہ کے گناہوں اور سیاہ کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں۔ان لوگوں سے اکثر ایسے افعال سرزد ہوئے جو اسلامی تعلیمات کے یکسر مخالف تھے۔ ان افعال سے انہیں کوئی بری نہیں کرسکتا۔

امیر المومنین کے دور خلافت کی پہلی جنگ ، جو'' جنگ جمل'' کے نام سے جانی جاتی ہے، اُس طبقاتی اختلاف کا نتیجہ تھی جس کی داغ بیل اس دور میں پڑی تھی جب لوگوں کو ان کے مدارج کے اعتبار سے وظائف تقسیم کیۓ گیۓ۔ امیر المومنین نے اپنے دور خلافت ظاہری میں بیت المال سے سب کو برابر کا حصہ دینا شروع کیا جیسا کہ پیغمبرؐ نے اپنی حیات میں کیا تھا۔ یہ مساوی تقسیم حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کو بہت ناگوار گذری۔ انہوں نے امیر المومنین کی بیعت توڑتے ہوئے حج کے بہانے مدینہ چھوڑ کر مکے کا رخ کیا۔ مکہ پہنچ کر ام المومنین عائشہ کو جو خود بھی حضرت علیؑ سے خوش

نہیں تھیں، اپنے ساتھ مل جانے پر راضی کیا اور قصاص خون عثمان کے نام پر فتنۂ جمل برپا کیا۔ یہ سب اس صورت میں ہوا جبکہ طلحہ وزبیر خود قتل خلیفہ سوم کے موقع پر مدینہ میں موجود تھے مگر انہوں نے خلیفہ کو بچانے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ اس کے علاوہ خلیفہ ثالث کے قتل کے بعد امیر المومنین کی بیعت میں یہی دونوں حضرات پیش پیش تھے اور انہوں نے مہاجرین کی جانب سے سب سے پہلے بیعت کی۔ جہاں تک دوسری جنگ کا سوال ہے جو جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے تو یہ جنگ امیر معاویہ کی خواہش خلافت کا نتیجہ تھی۔ اس خلافت سے ان کی مراد دنیاوی حکومت تھی نہ کہ مذہبی فریضہ۔ یہ جنگ تقریباً ڈیڑھ سال تک چلی اور اس میں ایک لاکھ افراد قتل یا زخمی ہوئے۔ اس قتل وخونریزی کے پیچھے بھی قصاص کا بہانہ بنایا گیا۔ جب کہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں خلیفہ ثالث نے امیر معاویہ سے کمک کی مانگ کی تھی اور امیر معاویہ کی فوج دمشق سے مدد کے لئے نکل چکی تھی مگر اس نے راستے میں توقف کیا یہاں تک کہ خلیفہ ثالث قتل ہوگئے۔ اس کے بعد امیر معاویہ مع اپنی فوج کے دمشق لوٹ آئے تاکہ قتل عثمان کو حضرت علی کے خلاف ایک ہتھیار کی طرح استعمال کرسکیں۔ امیر المومنین کی شہادت کے بعد جب امیر معاویہ کے ہاتھ میں حکومت آئی تو انہوں نے خلیفہ کے قصاص کے لئے کچھ نہیں کیا۔ یہ سب تاریخ اسلام کی تلخ حقیقتیں ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

صفین کے بعد جنگ نہروان واقع ہوئی جس کے محرک بظاہر کچھ سادہ لوح مقدس افراد تھے جو حاکم شام کی سیاست کے بہکانے میں آگئے۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ پیام حق کو مقدس مآب سادہ لوحوں سے جو گزند پہنچا ہے اتنا کھلے دشمنوں سے نہیں پہنچا۔ انہوں نے دین کے نام پر رہبر دین اور حفظ ایمان کے بہانے سے امیر المومنین کے خلاف بغاوت کی۔ یہ لوگ اسلامی حکومت کی حدود میں فتنہ وفساد برپا کرتے چلے تھے اور خاص کر شیعیان علیؑ کا خون بہانا مباح سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے حاملہ عورتوں تک کا پیٹ چاک کرکے بچوں کا خون کیا۔ امیر المومنین اسی گروہ کے ایک فرد کے ہاتھوں مسجد کوفہ میں شہید ہوگئے۔ ان افراد کو تاریخ میں خوارج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

امیر المومنین کے مخالفین اکثر یہ الزام لگاتے ہیں کہ علیؑ شجاع تو تھے مگر ان میں سیاسی

بصیرت کی کمی تھی۔ ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اپنی خلافت کے اوائل میں حضرت علیؑ کو اپنے مخالفین سے بھی نرمی سے پیش آنا چاہئے تھا تاکہ وہ اپنی خلافت کو مستحکم کرلیتے اس کے بعد جو چاہتے کرتے۔ ایسے افراد یہ بھول جاتے ہیں کہ علیؑ کی تحریک سیاسی بازیگری اور موقع پرستی پر مبنی نہ تھی بلکہ ایک انقلابی طرز زندگی اور الٰہی مشیت پر استوار تھی۔ یہ تحریک کبھی بھی خوشامد۔ فریب۔ مصلحت پرستی یا جعل سازی کے ذریعہ پوری نہیں ہوسکتی تھی۔ ایسی ہی صورت حال ہمیں حیات پیغمبرؐ میں بھی نظر آتی ہے جب کفار مکہ نے آپ کو الٰہی مقصد کے خلاف سمجھوتہ کرنے کی دعوت دی مگر آپ نے ان کی دعوت کو ہرگز قبول نہیں کیا اور دشمنان اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ درحقیقت پیغام اسلامی کبھی یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ کسی حق کو مستحکم کرنے کے لئے بھی کبھی باطل کا سہارا لیا جائے، یا ایک باطل کو ہٹانے کے لئے دوسرے باطل کا استعمال کیا جائے۔ قرآن کی متعدد آیات بھی اس جانب اشارہ کرتی ہیں۔

☆☆☆☆☆